جنرل مرزا اسلم بیگ *

پاکستان اور افغانستان کے قومی سلامتی کے تقاضے

افغانستان کے ساتھ معاملات طے کرتے وقت تاریخی اور جغرافیائی پس منظر کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ پاکستان خود ایک سندھ تہذیب کا گہوارا ہے اور اس کی سرحدیں چار بڑی تہذیبوں سے ملتی ہیں ،یعنی بھارت ،ایران، وسطی ایشیاء اور چین کہ جس کے سبب پاکستان کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ لہذا افغانستان پر گفتگو کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے رکھنا ہوگا ' کہ پاکستان اور افغانستان کی سلامتی کے تقاضے ایک دوسرے سے کس قدر منسلک ہیں' کیونکہ افغانستان درحقیقت ایشیا کے خطے کی تاریخ کی تبدیلی کا مرکز رہا ہے۔ آج بھی 13 سال کی جنگ کے بعد دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کو تاریخی ناکامی کا سامنا ہے۔ دنیا کی سب سے زیادہ وسائل رکھنے والی دو سپر پاور کو اسی سرزمین پر شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ امریکہ کو اپنی عسکری اور اقتصادی قوت کا زعم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اسی طاقت کے ذریعے وہ عالمی برتری قائم رکھ سکتا ہے۔ اس غلط فہمی سے جو فکر پیدا ہوئی ہے وہ نہ صرف امریکہ بلکہ پاکستانی حکومتوں پر بھی حاوی رہی ہے اور امریکی تجزیوں کو درست سمجھ کر ہماری حکومتیں غلط فیصلے کرتی رہی ہیں' مثلاً 1980 میں جنرل ضیاء الحق نے افغان جہاد میں امریکہ کا ساتھ دینے کا غلط فیصلہ کیا۔ اور ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا ہوا۔ 2001 میں جنرل پرویز مشرف نے برادر اسلامی ملک افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کا بدترین فیصلہ کیا' جس کے نتائج ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں کہ زمینی حقائق کیا ہیں اور وہ ہماری قومی زندگی پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ افغانستان سے ہمارا تعلق کیا ہے' اور ہماری تاریخ اور مسائل کس حد تک مشترک ہیں؟

پہلی حقیقت:

اقبالؒ نے افغان دشمنوں کو ابلیس کی زبانی پیغام دیا تھا کہ افغانیوں کو قابو کرنا ہے تو جان لو کہ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج — ملا کو اس کے کوہ و دامن سے نکال دو

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان friendsfoundation@live.co.uk

پچھلے 35 سالوں سے افغانستان کے دشمن اسی مزموم کوشش میں لگے رہے ہیں۔ سوویت یونین، امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے بدترین ظلم و دہشت گردی کا مظاہرہ کیا لیکن اس کے باوجود افغانیوں کے عزم واستقلال میں نہ کوئی کمی آئی ہے نہ ہی ان کی غیرت دین متزلزل ہوئی ہے۔ اور نہ ہی ان کوکوہ ودامن کے مسکنوں سے نکال سکے ہیں۔ آج ملا عمر کا یہ اعلان ہے کہ ''غیر ملکیو! تم ہار گئے ہو' یہاں سے نکلو اور ہم آزاد ہوں گے تو سب مل کر ایک اسلامی حکومت قائم کریں گے۔'' آج حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے 90 فیصد حصے پر طالبان کا تسلط ہے جہاں اسلامی قانون نافذ ہے۔ اس حقیقت کو ہم جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور خود فریبی میں مبتلا ہیں۔

دوسری حقیقت:

صدیوں سے افغانستان کی جانب سے بے شمار حملہ آوروں نے برصغیر کی اس سرزمین پر حملے کئے ہیں جہاں آج پاکستان اور بھارت قائم ہیں۔ 42 حملے تو تاریخ میں موجود ہیں اس سے پہلے کتنے حملہ آور آئے اس کا حساب نہیں ہے۔ ''یہ تاریخ کا دھارا ہے۔'' انہی افغانیوں اور وسط ایشیاء کے نوجوانوں نے ان حملہ آوروں کے خلاف یا تو جنگ کی یا جنگ میں شامل ہو کر برصغیر کو فتح کیا اور وہاں اپنی حکومتیں بنائیں اور صدیوں حکمرانی کرتے رہے۔ خود میرے آباء واجداد ازبکستان کی وادی فرغانہ سے ظہیر الدین بابر کے ساتھ افغانستان آئے۔ افغانستان پر بابر نے سولہ سال حکومت کی اور پھر بھارت کا رخ کیا' اسے فتح کیا اور مغل خاندان کی ڈھائی سو سالہ حکمرانی کی بنیاد رکھی۔ شہنشاہ جہانگیر کے دور میں ہمارے بزرگ مرزا مسلم بیگ کو یک ہزاری کا رتبہ دے کر یو پی کے شہر اعظم گڑھ کے نزدیک آباد کیا جہاں آج بھی ہمارے خاندان کے لوگ موجود ہیں۔ افغان اور وسط ایشیا مدارس کے طالبان نے برصغیر پر حملے کے لیے آنے والے حملہ آوروں کی مدد کی اور اپنے سپاہی مہیا کیے۔ چاہے وہ احمد شاہ ابدالی ہو، غزنوی، غوری یا بابر ہوں' ان کے اکثر سپاہی اسی سرزمین سے آئے تھے۔ تاریخ کے اس دھارے کو نہ تو سلطنت برطانیہ روک سکی اور نہ ہی ڈیورنڈ لائن۔ یہی وجہ ہے کہ روسی اور امریکی جارحیت کے خلاف بھی انہی افغانیوں نے بند باندھا۔ جس کے نتیجے میں آج امریکہ افغانستان سے شکست کھا کر نکل رہا ہے لیکن اس میں سوویت یونین جیسا ظرف نہیں ہے کہ وہ اپنی شکست تسلیم کرلے۔ 1989 میں سوویت یونین نے شکست تسلیم کرلی اور پاکستان کو پیغام دیا کہ ''ہم ہار گئے ہیں اور واپس جانا چاہتے ہیں۔'' اس وقت کے مجاہدین نے انھیں راستہ دے دیا لیکن امریکہ میں اتنا حوصلہ نہیں کہ وہ اپنی شکست مان لے اور افغانستان سے نکل جائے تاکہ وہاں امن کی راہوں کا تعین ہو سکے۔

تیسری حقیقت:

35 سالوں سے افغانستان کی آزادی کی جنگ جاری ہے۔ افغانی پہلے سوویت یونین کے خلاف

لڑے پھر انہیں آپس میں لڑایا گیا اور ان کو کمزور سمجھ کر امریکہ آن دھمکا۔لیکن انہی جنگوں کے سبب ''عالم اسلام کی مدافعتی قوت'' نے جنم لیا ہے جس کا مرکز یہی پختون قوم ہے جس کا 60% پاکستان میں ہے اور % 40 افغانستان میں ہے،اور دونوں مل کر بیرونی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔اس ''پختون قوت'' کا پھیلاؤ کراچی سے لے کر کوہ ہندوکش تک ہے جس سے مغربی دنیا خائف ہے۔اس حقیقت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان اور افغانستان کی قومی سلامتی کے تقاضے مشترک ہیں۔اس حقیقت کو قائداعظمؒ نے سمجھا تھا اور ان سرحدوں کی ذمہ داری انہی قبائلیوں کو سونپ دی تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ افغانستان کا کوئی بھی حکمران ساٹھ فیصد پاکستانی پختونوں کی مرضی کے بغیر حکومت نہیں کر سکا ہے۔ جب بھی ان کی مرضی کے خلاف کابل میں کوئی حکومت بنی تو تصادم ہوا ہے۔1970ء میں افغانستان میں ایسے حکمران مسلط کیے گئے جو پختونوں کی مرضی کے خلاف تھے اور جنگ ہوئی جو اب تک جاری ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ پاکستانی پختون اس حقیقت کا نام ہے جسے ''ناقابل تردید اکثریتی حقیقت'' (Tyrany of the majoriy) کہتے ہیں۔جس کا تقاضا ہے کہ دونوں ملکوں کی سلامتی کے معاملات کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے ،تو امن قائم رہے گا۔

چوتھی حقیقت:

افغانستان کے 90 فیصد علاقے پر طالبان کا تسلط ہے' جہاں انہی کا قانون نافذ ہے ۔اس سال کے آخر تک امریکہ افغانستان سے نکل جائے گا اور اس کی دس بارہ ہزار فوج صرف چند ائر بیسوں پر رہے گی جہاں سے وہ اپنی فضائیہ کی مدد سے اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتا ہے' جو ممکن نہیں ہے کیونکہ طالبان کے خلاف امریکہ نے اربوں ڈالر خرچ کر کے تین لاکھ افغانوں پر مشتمل فوج تیار کی ہے،لیکن اس فوج کی کارکردگی کے بارے میں افغانستان میں طالبان کے خلاف لڑنے والے امریکی کمانڈو جرنیل کا کہنا ہے کہ'' افغان نیشنل آرمی میں طالبان سے لڑنے کا حوصلہ نہیں ہے اور جب دباؤ پڑے گا تو یہ فوج خزاں کے پتوں کی طرح بکھر جائے گی۔'' اسی طرح جیسے عراق کی فوج پر دباؤ پڑا تو وہ بھی خزاں کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔ یہی کچھ یہاں بھی ہونے والا ہے اور امریکہ اپنی ناکامی کی اصل تصویر دیکھنے سے خوفزدہ ہے اور اپنی مرضی کی حکومت افغانستان میں قائم کی ہے تاکہ یہ حکومت اس کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ صدر اشرف غنی پاکستان آئے' ان کا مقصد تھا کہ ان کی حکومت کو افغانستان کے طالبان اور پاکستان کی حمایت حاصل ہو۔لیکن یہ امریکہ کی بڑی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ اگلا سال افغانستان کی تاریخ کا اہم سال ہوگا اور کابل میں طالبان کی حکومت قائم ہوگی، اور انتقال اقتدار طالبان کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں ہے......